

کو گھر کے اندر کے پڑے سے خاص کر دینا ہمارے نزدیک درست نہیں۔

ہمارے خیال میں قرآن مجید نے پردہ کی حدود میں زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم پردہ کو بیان کر دیا ہے اور معاشرہ میں افراد اپنے حالات و مقتضیات کے مطابق اپنی اپنی حدود میں رہ کر پردہ کے وہ تقاضے پورے کریں گے۔ جو اسلامی تعلیمات ان سے مطالبہ کرتی ہیں اور روح یہی رہے گی کہ معاشرہ میں جنسی بے راہ روی کا سد باب ہر جس کے لئے قرآنی ہدایات ”غض بصر اور حفظ فرج“ کو ضروری قرار دیتی ہیں، تاکہ معاشرہ میں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا وقار بڑھے، اور جذباتِ سافلہ کو بھڑکانے والے عوامل دبے رہیں۔

میدن بن علیہن من جلا بیہن، کا ترجمہ صفحہ ۱۷ پر اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادر کا حصہ لٹکا لیا کریں۔ کیا گیا ہے جب کہ ”چہروں پر“ کا اضافہ قرآن پر اضافہ ہے اس کا مفہوم اپنے جسموں پر، جسموں کے بالائی حصوں پر، سروں پر، کاندھوں پر ہو سکتا ہے؟۔ اردو میں بلا آمیزش اس کا سیدھا سادہ اور پورا پورا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں، اور ہمارے خیال میں اس میں گھونگھٹ نکلانے یا نہ نکلانے کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، یہ ہمارے ہندوستانی ماحول کی پیداوار ہے۔ اگر ایک لورت اپنے سر اور سینہ پر دو پٹہ ڈال کر کاندھوں پر بڑی چادر لٹکالے تو وہ قرآن مجید پر عمل کا حق ادا کر دیتی ہے۔

مصنف: راجہ محمد شریف، بی اے۔

اُسینہ حجاز: صفحات ۷۰، علاوہ تصاویر۔

قیمت درجہ اول: بیس روپے، درجہ دوم: سولہ روپے، نیوز پرنٹ تیرہ روپے۔

شائع کردہ: زاہد اکیڈمی ۷ - A، کوہ نور شوگر ملز کالونی، جوہر آباد۔

کتاب سفر نامہ حج پر مشتمل ہے، قاری کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصنف کے ساتھ حج کرتا چلا جا رہا ہے۔ حج سے متعلق بہت سی مفید معلومات جمع کر دی گئی ہیں جس سے یہ کتاب حج پر مدعانہ ہونے والوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ قابل مصنف نے ادبی چاشنی اور کہیں کہیں مزاح کی

امیزش سے اُسے دوا آئندہ کر دیا ہے۔ معمولی اردو جاننے والا بھی اسے بغیر بار محسوس کئے شروع سے آخر تک پڑھتا چلا جائے گا۔ اردو میں سفر نامہ جج پر اتنی دلچسپ اور ضخیم کتاب غالباً شائع نہ ہوئی ہوگی۔ بلاد عربیہ سعودیہ میں سے مصنف کا جن علاقوں میں گزر ہوا اور وہاں جو جدید تبدیلیاں اور ترقیاں انھیں نظر آئیں ان سب پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے اور ایسا مترشح ہوتا ہے کہ وہ حاج کے لئے سعودی عرب کی طرف سے کی جانے والی سہولتوں سے مطمئن ہیں۔

کتاب کے چند عنوانات یہ ہیں: حضرت ابراہیمؑ کی حیات مقدسہ، تاریخ کعبہ، فلسفہ حج اور مسائل مکہ مکرمہ سے منیٰ کو، منیٰ سے مکہ مکرمہ کو۔

گناہوں کی معافی کے لئے آپ زمرم میں کفن بھگونے پر مصنف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے! ص ۵۱۵۔ "ایک بات ہمیں بڑی عجیب لگتی۔ کہ روزانہ ہمارے لوگ کفن کے لئے کپڑا خرید کر آپ زمرم سے اسے دھو کر بیت الحرم کے اندر سوکھنے کے لئے ڈال دیتے۔ اس عمل کا فقہی اور علمی پہلو تو ہمارے علماء کرام ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک جائز اور درست تھی۔ مگر ہمارے نزدیک یہ طریق کار بیت الحرام کے تقدس کے منافی تھا۔ لاریب اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلعم کی خوشنودی کے احکامات اور طریقے قرآن حکیم اور اسوہ حسنہ میں موجود ہیں۔ انسان کی نجات اخروی کے لئے کن اعمال و افکار کی ضرورت ہے۔ وہ کسی مسلمان سے بھی ڈھکے چھپے نہیں۔ مگر ان صدائقوں سے پہلو تہی اور جان بوجھ کر ان کو نظر انداز کر کے اپنی نجات آپ زمرم سے دھیلے ہوئے کفن سے وابستہ کرنا ایک عام ذہن کی تسلی کے لئے تو ممکن ہے کوئی بنیاد مہیا کر دے۔ مگر اسلامی ذہن رکھنے والے حضرات کے نزدیک یہ بات خود فریبی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ نجات اخروی کے لئے تو ان اعمال و افکار کا سنوارنا ضروری ہے جو ہر لمحہ کراماتیں تحریر کرتے رہتے ہیں اور جو خداوند عالم کے سامنے انسان کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کے مکمل ریکارڈ کی صورت میں اس کی نیکی و بدی کا فیصلہ کرنے کے لئے پیش ہوگا۔ اس ریکارڈ میں مندرجہ برعلیاں اور بدعتیہ گناہیں تو ظاہر ہے کہ آپ زمرم سے دھلا ہوا کفن ڈالنے سے نہیں بدل سکتیں۔ پھر یہ لوگ خدا جانے کیوں دھڑا دھڑلے کے تھان خرید کر اور آپ زمرم سے دھو کر لوہا پورا دین سکھاتے رہتے

تھے۔ استفادہ پر لوگ نہایت سادگی سے جواب دیتے کہ قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے ایسے کفن کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ میرا اور اصل عثمانی کا خیال تھا کہ ہمارے علماء کو ادھر توجہ کرنی چاہیئے۔ اور لوگوں کو صحیح راہ پر ڈالنا چاہیئے۔ خدا جانے یہ اور اسی قسم کی دیگر طفل تسلیاں اسلام جیسے دیہ حقہ کا جزو عظیم کیسے بن گئی ہیں۔ اور ان کی بنیادیں کن لوگوں نے استوار

کیں۔ اور یہ عقائد مسلمانوں کے ذہنوں میں کیسے راسخ ہو گئے ہیں، کہ لوگ ارفع و اعلیٰ عقائد و اعمال کی شاہراہ عظیم چھوڑ کر نجات اخروی کے لئے ایسی اُلجھی ہوئی پتھر ٹریاں استعمال کر رہے ہیں، جو خود ہی اپنے ہیچ و خم میں گم ہو جائیں۔ اور جن پر چلنے والے رہو کسی منزل پر بھی پہنچ نہیں پاتے۔ ہمارے علماء کرام اور اسلامی ذہن رکھنے والے مصنفین کے لئے ضروری ہے کہ بے کار مباحث سے ہٹ کر وہ لوگوں کو اسلام کا مراطِ مستقیم دکھانے کی کوشش کریں۔ حج کی سعادت حاصل کرنے والے حضرات خصوصیت سے علماء کی اس توجہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ جتنے تھان بیت الحرام میں آپ زمرہ سے دھلے ہوئے پائیں گے وہ مثلاً اللہ

سب پاکستانی حضرات کے ہی ہوں گے۔ دیگر ممالک کے حاجیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اگر ہے تو آٹے میں نمک کے برابر۔ شاید قبر کے عذاب سے بچنے اور نجات اخروی کے حصول

کا یہ نقطہ عظیم صرف ہماری سمجھ میں ہی آیا ہے۔ اور باقی ممالک کے لوگ نجات کے اس ”شارٹ کٹ“ سے ابھی بے خبر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لوگ ایسی باتوں پر بڑا وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ٹھٹھے کے تھان ہی دھونے کا اہتمام نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے کپڑے بھی دھو کر بیت اللہ کی دوسری منزل کی رینگ پر ڈال کر پورا پورا دن سکھاتے رہتے ہیں جو سراسر بیت الحرام کے تقدس کے خلاف ہے۔ اس لئے سب حضرات کو ادھر توجہ کرنی چاہیئے۔

اور گھر سے دعوت ہونے سے پہلے علماء کرام سے حج کے مسائل سیکھ لینے چاہئیں۔

اب مسجد نبوی کی خاک پاک پر عبدالرحمان کے ساتھ ہونے والے واقعہ اور اس پر منف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے :

”عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے بتلایا کہ یہ صاحب پاکستان کے ضلع لائل پور کے تاجر

ہیں۔ اور چند دنوں سے مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں مسجد نبوی کی مٹی ان کو کہیں سے مہیا

کردوں۔ اس سے قطع نظر کہ ہماری گورنمنٹ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہوا ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ لوگ محض پیسے بٹورنے کے لئے یہ کاروبار چلاتے ہیں نہ کوئی مسجد نبوی سے خاک اکٹھی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ لوگوں نے زائرین کی عقیدتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایسے کاروبار شروع کر رکھے ہیں۔ ورنہ اصلیت یہ ہے کہ جو مٹی لوگ بیچتے ہیں اس کا مسجد نبوی سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دوسرے ایسی باتوں کا فائدہ ہی کیا ہے۔ جب آپ زیارتِ روضہ اقدس کے لئے نبی آخر الزماں کے قدموں میں مدہ پہنچ گئے ہیں۔ بانجوں غازی مسجد نبوی میں ادا کرنے اور درودِ سلام بھیجنے میں ہر گھڑی آزاد ہیں۔ تو یہ خاک لے جانے سے کیا حاصل؟

میں عبدالرحمن کی یہ باتیں سن کر بڑی دیر تک سوچا رہا کہ اس نوجوان کے عقائد کتنے سلجھے ہوئے ہیں اور اس نے کتنے پتے کی باتیں ہمارے پاکستانی حاجی سے کہی ہیں۔ لیکن مجھے پختہ یقین تھا کہ ”خاک“ کی تلاش کرنے والے صاحب عبدالرحمان سے ناامید ہو کر اب کسی اور کاروبار کا کھٹکھٹائیں گے۔ اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اگرچہ اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ مگر یہ ”تبرک“ وہ حاصل کر کے ہی دم لیں گے اور پاکستان میں جا کر خدا جانے کس ملک کی مٹی کو مسجد نبوی کی ”خاک“ بنا کر لوگوں کی مشکلیں آسان اور روزی کشادہ کرنے میں امداد کریں گے۔ (ص ۶۶۱ تا ۶۶۲) آخر میں مصنف نے عربی زبان کے اسلام اور مسلمانوں سے تعلق پر جو شکستہ تبصرہ کیا ہے، وہ پیش کیا جاتا ہے:

”جس کمرہ میں میں بیٹھا تھا۔ وہاں دو صاحب اور بھی تھے۔ وہ آپس میں روانی سے عربی بول رہے تھے۔ بلاشبہ عربی ہمارے لئے نہایت دقیق زبان ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم اور احادیثِ نبوی عربی میں ہیں۔ خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضور سرور کائنات صلی علیہ وسلم بھی عربی بولتے تھے اور پیغمبر صلوات پریت یافتہ بھی۔ اس وجہ سے مسلمانانِ عالم کے لئے عربی زبان قابلِ احترام ہے اور ہم اسے زبانِ پرترہ جیسا دیتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم نے اسے سیکھنے کی کبھی سنجیدہ کوشش نہ

کی۔ بلکہ اس کی صرف ونحو اور گرائمر کی پیچیدگیوں کا اتنا رعب چھایا ہوا ہے کہ برسوں انگریزی پڑھ کر بھی انگریزی سے نا بلد رہنا تو ہمیں گوارا ہے۔ مگر عربی سیکھنے کے لئے دو تین سال کی محنت ہمیں پہاڑ معلوم ہوتی ہے۔ ہم میں سے تقریباً ہر مسلمان عربی کی صرف ونحو سے ڈر کر انگریزی سیکھنا رہتا ہے اور جب اس میں بھی کورا رہ جاتا ہے تو اسے ”بند رٹن کی زبان کہہ کر دل کا بوجھ ہٹا کر لیتا ہے۔ مگر عربی کو سرتاپا چومنے کے باوجود سیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ شاید اس لئے کہ کہیں اس کے جاننے سے قرآن حکیم کی عظمتوں کا پتہ نہ چل جائے اور اس دنیا کے کاروبار بیچ نہ نظر آنے لگیں اور کہیں اپنے نظام حیات کو تبدیل کرنے کی اہمیت نہ واضح ہو جائے“ (ص ۶۹-۷۸)

”میں جب کبھی عربوں سے گفتگو کرتا۔ اور اپنا مافی الضمیر ان تک پہنچانے میں دقت محسوس کرتا تو بڑی دیر تک اپنے آپ کو کوستا رہتا۔ کہ یوں تو ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کی محبت کا دم بھرتے اور قرآن حکیم کے پیش کردہ نظام حیات کو اپنانے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔ مگر ہم نے اس زبان کو سیکھنے کے لئے آج تک کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا۔ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نہ صرف اپنا پیغام نور بشری حکم پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔ بلکہ اتنا پسند فرمایا کہ اسے ”لسان بین“ کے لقب سے نوازا۔ بلاشبہ عربی زبان کی یہ عظمت دیگر اقوام عالم کی طرح ہم پاکستانیوں کو بھی معلوم ہے۔ مگر اس حقیقت کا اعتراف ان معنوں میں بالکل بے کار ہے کہ ہم نے آج تک اسے ”عربی شریف“ کہہ کر اس کی عظمتوں کا اعتراف تو کیا ہے مگر اسے سیکھنے اور جاننے کی طرف کوئی محسوس قدم نہیں اٹھایا“ (آئینہ حجاز ص ۱۸۶-۱۸۵)

جلد ۱ - شماره ۱ - ماه شوال ۱۳۹۰ھ

ماہنامہ ”محمدؐ“ لاہور ۱ کاغذ و کتابت عمدہ، ٹائٹل حسین و سلوہ، صفحات ۶۴ -

مدیر: حافظ عبدالرحمن مدنی - سالانہ چندہ معاونین سے دس روپے، رعایتی پانچ روپے،
فی پرچہ ایک روپیہ، رعایتی پچاس پیسے - مقام اشاعت: مدرسہ رحمانیہ (جسٹریڈ) گارڈن ٹاؤن،
لاہور - ۱۶ -

جماعت اہل حدیث کی مجلس التحقیق الاسلامی کا یہ پہلا شمارہ ہمیں برائے تمبر وصول ہوا ہے -